معاشرتی علوم

تیسری جماعت کے لیے (ضلع حیدرآباد)

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جامشورو

مُعاشرتی علوم
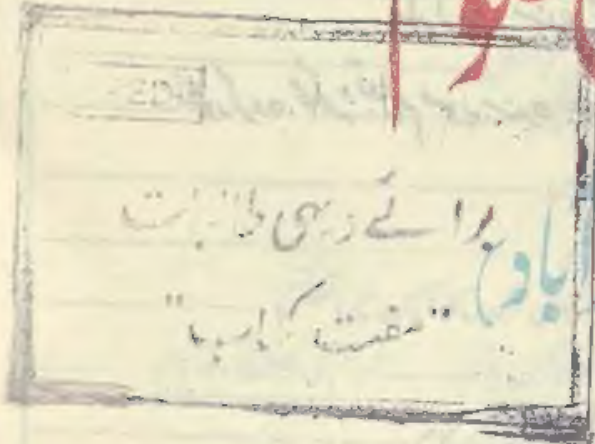
(ضلع حیدرآباد)

تیسری جماعت کے لیے

برائے

سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ۔ جام شورو

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو سندھ
منظور کردہ محکمۂ تعلیم صوبہ سندھ بطور واحد درسی کتاب برائے مدارس ضلع حیدر آباد۔

مُصنّفین

مُحمّد حسین کاشِف
عبدُ الحلیم نظامانی

مطبع : اللہ والا پرنٹرز۔ ۸۱۔ دی مال، لاہور

فہرست مضامین

نقشہ پاکستان

انتظامی
صُوبائی حدود

چین
جموں اور کشمیر
صوبہ سرحد
پشاور
اسلام آباد
صوبہ پنجاب
لاہور
افغانستان
صوبہ بلوچستان
کوئٹہ
بھارت
ایران
صوبہ سندھ
کراچی
بحیرۂ عرب
شمال
مشرق
مغرب
جنوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہمارا وطن

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو ہمارا پیارا وطن پاکستان قائم ہوا۔ ہمارے وطن کے بانی قائدِ اعظم محمد علی جناح تھے۔

ہمارا وطن سرسبز و شاداب ہے۔ اس کے دریا اور وادیاں خُوب صُورت اور دِلکش ہیں۔ ہمارے وطن کے لوگ محنتی اور جفاکش ہیں۔ غلّہ اُگانا، کارخانوں میں کام کرنا اور عِلم حاصل کرنا ہمارے مشاغل ہیں۔

ہمارے پیارے وطن پاکستان کے چار صوبے ہیں۔ (۱) سندھ۔ (۲) پنجاب۔ (۳) سرحد اور (۴) بلوچستان۔

ہر صوبہ انتظامی لحاظ سے ڈویژنوں، ضلعوں سب ڈویژنوں، اور تحصیلوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہمارا ضلع حیدرآباد ڈویژن میں ہے۔

ہمارے پیارے وطن پاکستان کے بیچ سے دریائے سندھ بہتا ہے۔ اس دریا کے پانی سے ہمارا پورا ملک سرسبز و شاداب ہے۔

ہم سب کا فرض ہے کہ عِلم حاصل کریں، محنت کر کے اپنے پیارے وطن کو مزید ترقّی دیں، اس کو خوش حال بنائیں اور اس کی حفاظت کے لیے دن رات کوشش کریں۔

نقشہ سندھ
علامتیں
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
ضلع جیکب آباد
ضلع نواب شاہ
ضلع سانگھڑ
ضلع تھر
رن کچھ
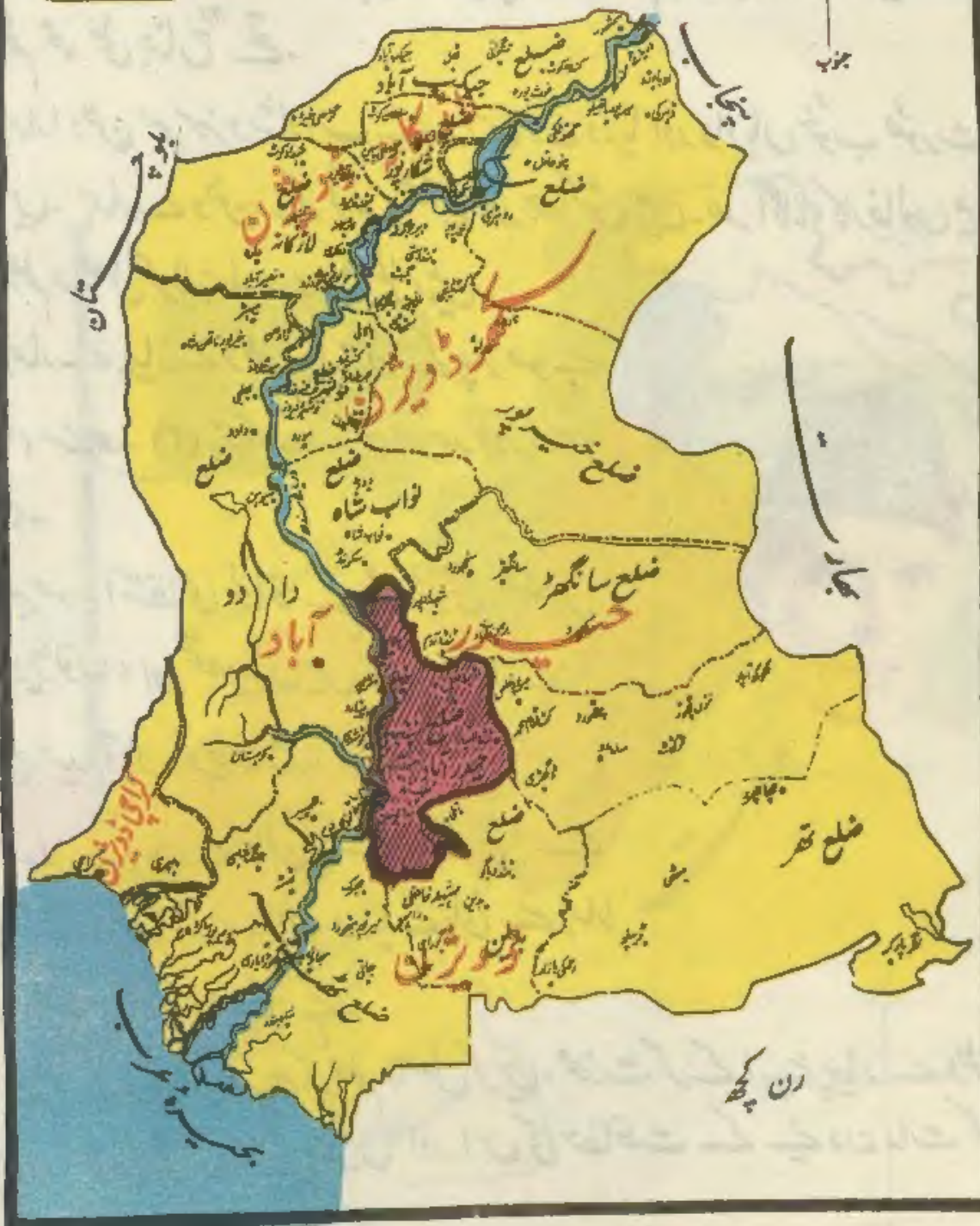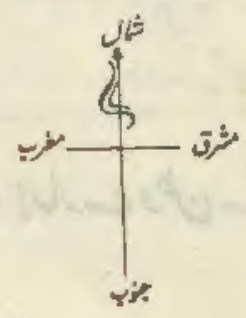
ہمارا ضلع

یہ صوبہ سندھ کا نقشہ ہے۔ اس میں سندھ کے سب ضلعے دکھائے گئے ہیں۔ جس حصّے میں سرخ رنگ نظر آرہا ہے۔ وہ ضلع حیدر آباد ہے۔ اِس کے گرد جو موٹی کالی لکیر نظر آرہی ہے وہ ضلع حیدر آباد کی چوحدی ظاہر کرتی ہے۔

نقشے کے کونے میں تیر کا نشان دکھایا گیا ہے، یہ سمتیں بتانے کے لیے ہے۔ تیر کے اُوپر شمال اور نیچے جنُوب ہوتا ہے۔ بیچ والی لائین جو تیر کو کاٹ رہی ہے، اُس کے داہنی جانب مشرِق اور بائیں جانب مغرب ہوتا ہے۔

حیدر آباد ضلعے کے شمال میں ضلع نواب شاہ اور سانگھڑ ہیں۔ جنُوب میں ضلع بدین ہے۔ مشرق میں ضلع میرپور خاص اور ضلع بدین اور مغرب میں ضلع ٹھٹّہ اور دادو ہیں اور یہ بَل کھاتی ہوئی جو نیلی دُہری لکیر نظر آرہی ہے، دریائے سندھ ہے۔

ضلع کی تاریخ

آج سے دو ہزار تین سو سال پہلے سکندر اعظم ساری دنیا کو فتح کرنے اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے اپنے مُلک یُونان سے روانہ ہوا تھا۔ وہ بہت سے ممالک فتح کرتا ہوا سندھ میں بھی آیا تھا۔ اس زمانے میں موجودہ شہر حیدر آباد کی جگہ پٹیالہ نام سے ایک شہر آباد تھا۔ سکندر اعظم نے اس شہر کو بھی فتح کیا۔

۷۱۲ئہ میں جب عربوں نے سندھ کو فتح کیا تو اس وقت حیدر آباد کا نام نیرون کوٹ تھا۔

موجودہ شہر حیدر آباد، غلام شاہ کلہوڑے نے ۱۷۶۸ئہ میں تعمیر کرایا تھا۔ اُس نے حیدر آباد کو اپنی سلطنت کا دار الحکومت بنایا تھا۔ اس کا مقبرہ حیدر آباد میں واقع ہے۔

کلہوڑوں کے بعد سندھ میں ٹالپروں کی حکومت قائم ہوئی۔ اُنھوں نے بھی اپنی سلطنت کا دارالحکومت حیدرآباد ہی میں قائم کیا۔ ٹالپر خاندان کے بہت سے حکمرانوں کے مقبرے بھی حیدرآباد میں ہیں۔ انگریزوں نے ۱۸۴۳ء میں میانی کی جنگ میں ٹالپروں کو شکست دی۔ میانی حیدرآباد سے تقریباً ۱۹ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ انگریزوں کے دَورِ حکومت میں بھی حیدرآباد صوبۂ سندھ کا دارالحکومت رہا اور اس طرح یہ شہر مُسلسل تین حکومتوں کے ادوار میں سندھ کا دارُالحکومت بنا رہا۔

حیدرآباد شہر سے تقریباً ۳۲ کلومیٹر مشرق کی جانب نصرپور کا تاریخی شہر آباد ہے۔ کسی زمانے میں یہاں بڑی رونق تھی۔ کچھ عرصے نصرپور سندھ کا دارالحکومت بھی رہا۔ سندھی زبان کے دو ممتاز شاعر شاہ عنایت رضوی اور مصری شاہ بھی نصرپور میں پیدا ہوئے تھے۔ اس زمانے میں دریائے سندھ نصرپور کے قریب سے گذرتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد اس دریا نے اپنا رُخ بدل لیا۔

اِس ضلعے میں بہت سے نیک اور نامور شخص پیدا ہوئے۔ ان میں سب سے اوّل سندھی زبان کے مشہور شاعر، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ ہیں۔ آپ ضلع حیدرآباد میں پیدا ہوئے تھے اور یہیں انتقال فرمایا۔

اِن سب بزرگوں اور درویشوں نے ہمیشہ پیار اور محبت سے مِل جُل کر رہنے کا سبق دیا اور بھائی چارے کی تلقین فرمائی۔

ضلعے کی زمین

یہ ضلع حیدرآباد کا نقشہ ہے۔ اس میں یہ بَل کھاتی ہوئی نیلی لکیر دریائے سندھ ہے دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ ہلکے سبز رنگ کی جو پٹّی نظر آرہی ہے، اُسے کچّا کہتے ہیں،

جب دریا چڑھتا ہے، تو اس زمین میں پانی آجاتا ہے اور زمین نرم ہو جاتی ہے۔

ہلکے سبز رنگ کی پٹّی کے ساتھ ساتھ جو گہرا سبز رنگ نظر آرہا ہے اسے پکّا کہتے ہیں۔ پکّے کی زمین سخت اور ہموار ہوتی ہے۔ ہلکے نیلے رنگ کا حصّہ لاڑ کہلاتا ہے۔ لاڑ کی زمین شوریلی ہے۔

یہ ہلکے لال رنگ والا حصّہ جس میں باریک کالی لکیریں نظر آرہی ہیں ضلعے کا پہاڑی علاقہ ہے۔ اِسے گنجی پہاڑی کہتے ہیں۔ یہ سب حصّے ضلع حیدرآباد کے قُدرتی حصّے ہیں۔

آب و ہوا

یہ سال کے چاروں موسموں کا چارٹ ہے۔ سبز رنگ بہار کے موسم کی نشانی ہے، لال رنگ گرمی کے موسم، پیلا رنگ خزاں کے موسم اور گلابی رنگ جاڑے کے موسم کی نشانی ہے۔

بہار میں موسم بڑا پیارا ہوتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں گرمی بڑھ جاتی ہے۔ خزاں میں موسم خراب ہوتا ہے۔ اس میں موسمی یا فصلی بخار بھی ہو جاتا ہے۔ سردی کے موسم میں سردی زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح پورے سال کے چاروں موسموں کی تبدیلی کو آب و ہوا کہا جاتا ہے۔

حیدرآباد ضلعے کی آب و ہوا سردیوں میں سرد اور گرمیوں میں گرم ہوتی ہے۔

موسم کا چارٹ
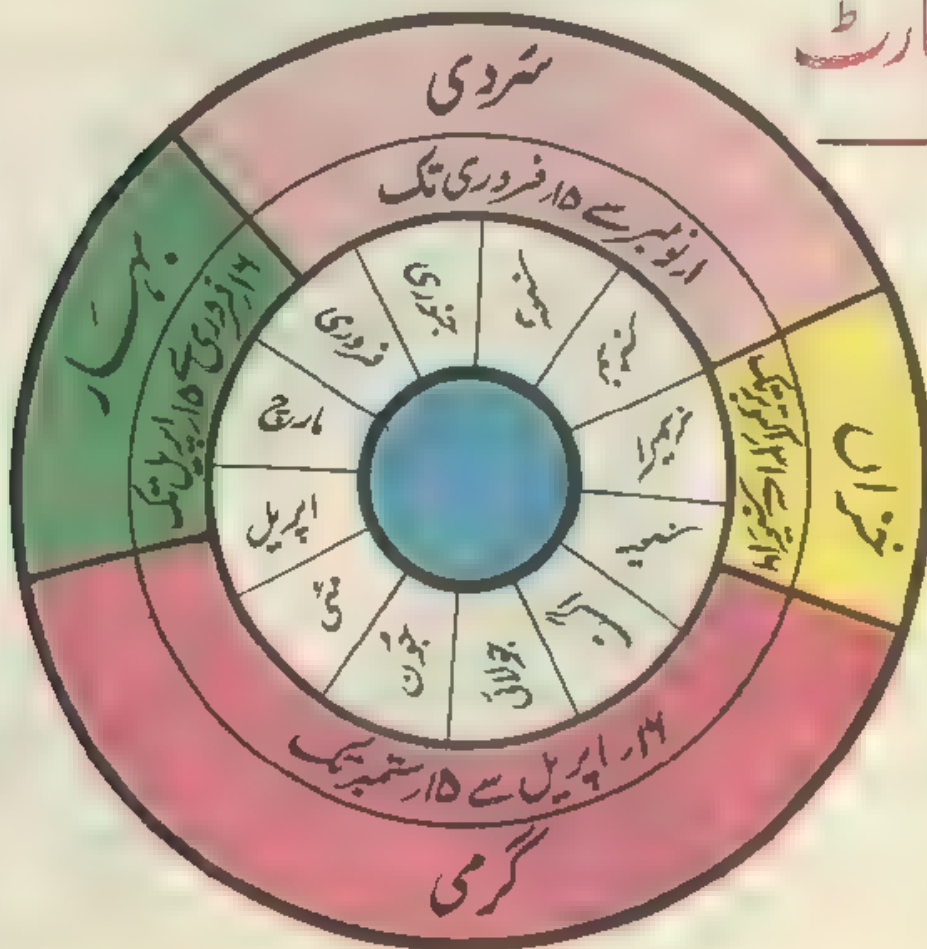
دریا کی سیر

آج بچّے ماسٹر صاحب کے ساتھ دریا کی سیر کو گئے۔ راستے میں بچّے قُدرتی مناظر دیکھ کر بہت خُوش ہوئے۔ جب وہ بچاؤ بند پر پہنچے تو اس پر چڑھ کر کھڑے ہو گئے۔

ماسٹر صاحب نے بچّوں کو سمجھاتے ہوئے کہا یہ بچاؤ یا حفاظتی بند دریا کے چڑھتے ہوئے پانی سے محفُوظ رکھنے کے لیے بنایا گیا ہے، تاکہ جب دریا کا پانی چڑھے تو گاؤں اور کچّے کی فصلوں کو نقصان نہ پہنچائے۔

ماسٹر صاحب نے انھیں بتایا کہ بند سے لے کر دریا تک کا حصّہ کچّا کہلاتا ہے۔ یہاں دریا کے سیلاب کے پانی سے فصلیں ہوتی ہیں۔ انھیں کچّے کی فصل کہا جاتا ہے۔ وہ دیکھو راستے کے دونوں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے۔

سب سیر کرتے ہوئے دریا پر پہنچ گئے یہاں انھوں نے کشتیاں کھڑی ہوئی دیکھیں۔ ایک کشتی میں کچھ آدمی اور ایک اُونٹ دریا کے دوسری طرف جا رہے تھے۔ ماسٹر صاحب نے بچّوں سے کہا، یہ دریائی گھاٹ ہے۔

دریا کے دوسرے کنارے پر گھنے درخت دیکھ کر قاسم نے پوچھا۔" جناب! وہ جو بہت سے درخت ایک جگہ نظر آرہے ہیں اس جگہ کو کیا کہتے ہیں؟"

ماسٹر صاحب: بچّو! وہ بہت سے درخت جو تم دیکھ رہے ہو، جنگل ہے۔ جنگل زیادہ تر دریا کے کنارے ہوتے ہیں۔ نقشے میں دیے گئے چھوٹے چھوٹے درخت جنگل کی نشان دہی کرتے ہیں، اس دریا کو دریائے سندھ کہتے ہیں۔ صوبۂ سندھ کا نام بھی اسی دریا کے نام کی وجہ سے سندھ پڑا ہے۔

جنگلات

جنگلات زیادہ تر دریا کے کنارے ہوتے ہیں۔ جنگلوں میں مختلف قسم کے درخت ہوتے ہیں۔ مثلاً نیم، کیکر، باہن، شیشم وغیرہ۔ محکمۂ جنگلات ان کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

جنگل کی لکڑی سے گھروں کے دروازے، کھڑکیاں، پلنگ، صوفے سیٹ، میز، کرسیاں اور دوسرا سامان تیار کیا جاتا ہے۔

جنگل کی لکڑی سے کوئلہ بھی بنایا جاتا ہے۔ جنگلات سے گوند، لاکھ اور شہد کافی مقدار میں ملتا ہے۔ ان جنگلوں میں لوگ اپنے مویشی بھی چراتے ہیں۔

ہمارے ضلعے حیدر آباد میں میانی، کھتھڑ، کاتیاری، ترائی، نورکیٹی اور رانو کے مشہور جنگلات ہیں۔

حیوانات

اگلے چارٹ میں جو جانور ہم دیکھ رہے ہیں یہ سب جانور گھروں میں پالے جاتے ہیں۔ کچھ سے ہمیں دودھ ملتا ہے، کسی کا ہم گوشت کھاتے ہیں اور کچھ سواری، ہل چلانے اور سامان ڈھونے کے کام آتے ہیں۔ گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، اونٹ حلال جانور ہیں۔ ان کا گوشت ہم کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کھال سے ہم جوتے اور دوسری چیزیں بناتے ہیں۔ ان کے بال بھی ہمارے کام آتے ہیں۔

اس چارٹ میں کچھ جنگلی جانوروں کی تصویریں دی گئی ہیں۔ مثلاً خرگوش، ہرن، سانبھر، بھیڑیا، گیدڑ اور لومڑی وغیرہ۔ ان میں خرگوش، ہرن اور سانبھر حلال جانور ہیں۔ ان کا گوشت کھایا جاتا ہے۔

اس چارٹ میں کچھ پرندوں کی تصویریں دی گئی ہیں۔ مثلاً چڑیاں، تیتر، کبوتر، کوا، مینا، طوطا، چیل، گدھ وغیرہ۔ مرغی بھی ایک پالتو پرندہ ہے، اس کے انڈے اور گوشت ہم مزے سے کھاتے ہیں۔
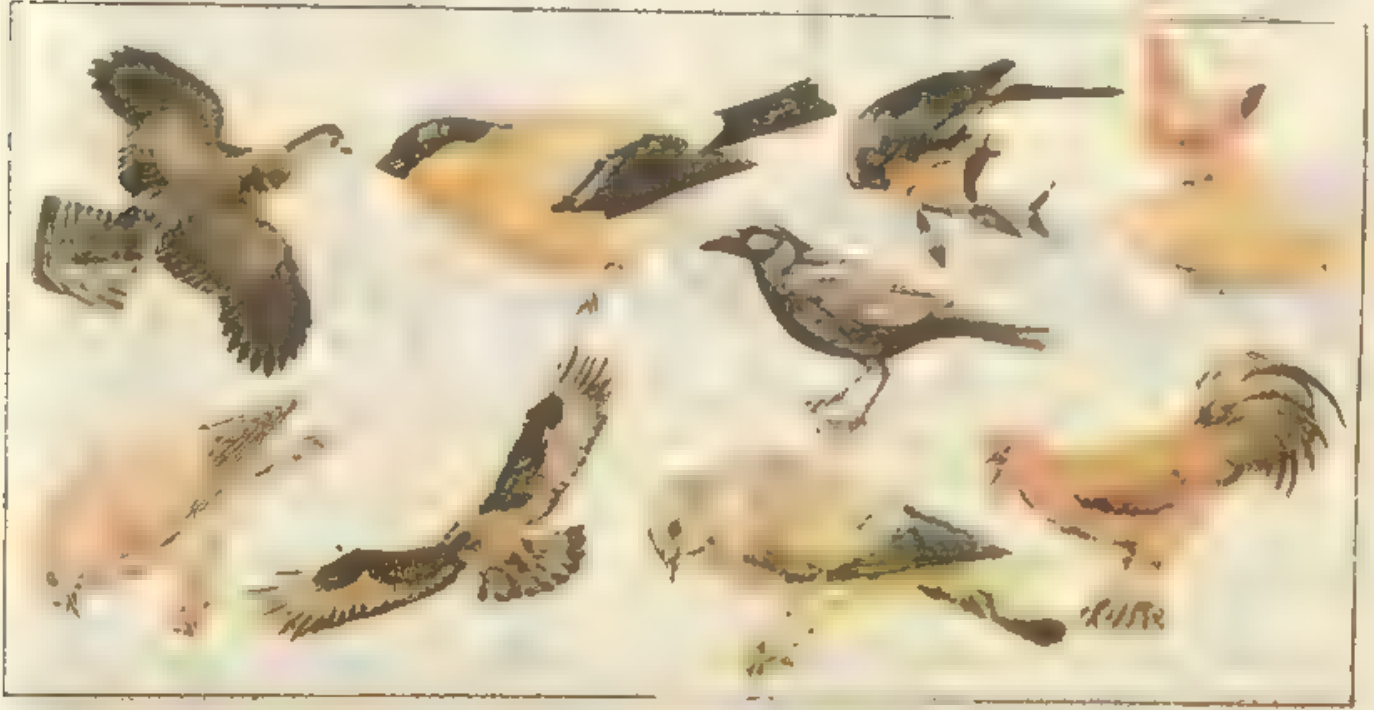
اس چارٹ میں پانی کے کچھ جانوروں کی کچھ تصویریں ہیں۔ مثلاً پلّہ، مینڈک، کچھوا، مگرمچھ اور گھونگا وغیرہ۔ پانی کے ان جانوروں میں پلّہ حلال جانور ہے اور اس کا گوشت ہم شوق سے کھاتے ہیں۔

[illegible]
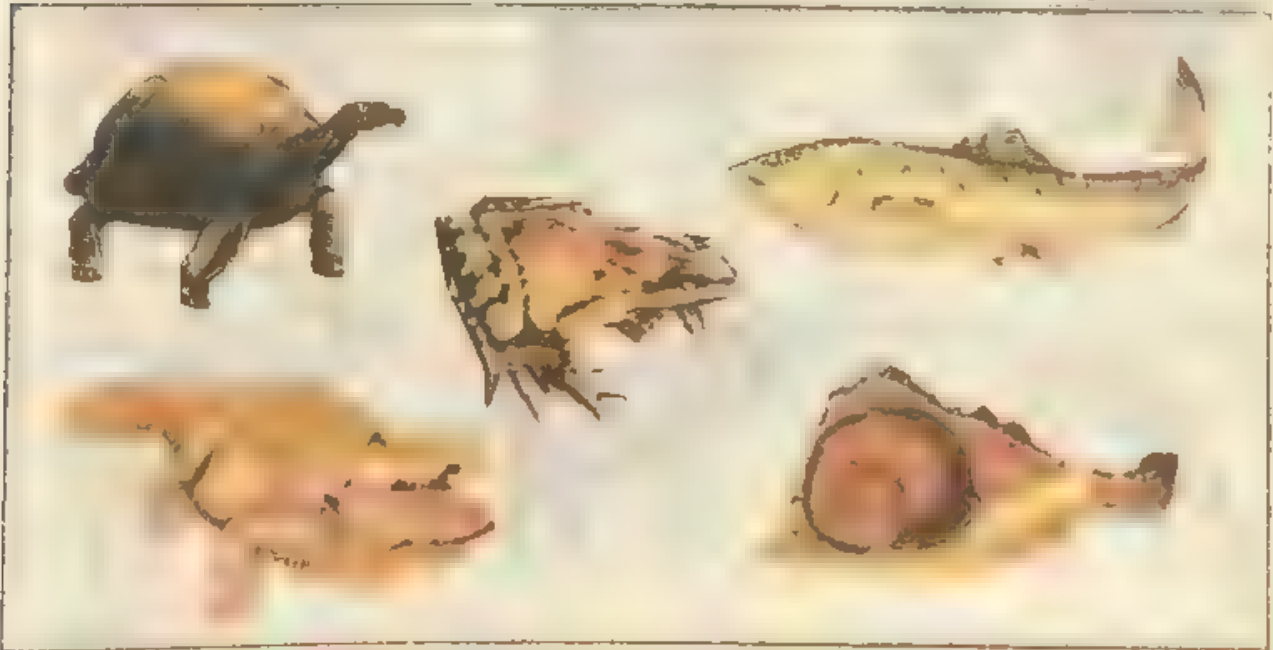
اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے زمین کے اندر کتنی ہی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں جنھیں نکال کر ہم اپنے کام میں لاتے ہیں۔ ملتانی مٹی کی کانیں حیدر آباد شہر کے نزدیک "گنجو ٹکر" پہاڑی میں موجود ہیں۔ یہاں سے چونے کا پتھر بھی نکالا جاتا ہے جس سے سیمنٹ تیار کی جاتی ہے۔

دوسرے ضلعوں میں بھی ملتانی مٹی، کوئلہ اور سلیکا نامی ریت زمین سے ملتی ہے۔ جس سے شیشہ تیار کیا جاتا ہے۔

کچھ دوسرے ملکوں میں زمین سے لوہا، پٹرول، تانبا، سونا اور دوسری چیزیں نکالی جاتی ہیں۔ پٹرول سے موٹریں چلتی ہیں۔ زمین کے اندر سے حاصل ہونے والی ایسی پیداوار کو معدنی پیداوار کہتے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے ہمارے ضلع میں بھی ٹنڈو عالم اور پتافی کے مقام پر زمین سے پٹرول نکل آیا ہے۔

کارخانے اور گھریلو ہنر

ماسٹر صاحب آج بچّوں کو ایک کارخانے میں لے گئے۔ وہاں بہت سے مزدور کام کر رہے تھے اور گنّے سے رس نکال کر شکر تیار کی جا رہی تھی۔ ماسٹر صاحب نے بچّوں کو کارخانے کا ہر ایک حصّہ دکھایا۔ کارخانہ دیکھ کر بچّے بہت خوش ہوئے۔

جب وہ باہر نکلے تو قاسم نے ماسٹر صاحب سے پوچھا: "جناب! کیا ہمارے ضلع میں کچھ اور بھی کارخانے ہیں؟

ماسٹر صاحب نے بچّوں کو بتایا کہ ضلع حیدر آباد میں جہاں گنّے کی پیداوار زیادہ ہے وہاں شکر بنانے کے کارخانے ہیں۔ ایسے کارخانے شیخ بھرکیو، ٹنڈو الٰہیار، مٹیاری

اور ٹنڈو محمد خان میں ہیں۔ ان کارخانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں مزدُور کام کرتے ہیں۔

سارہ نے ماسٹر صاحب سے پُوچھا: ہمارے ضلعے میں اِن کارخانوں کے سوا کیا اور بھی بڑے کارخانے ہیں؟
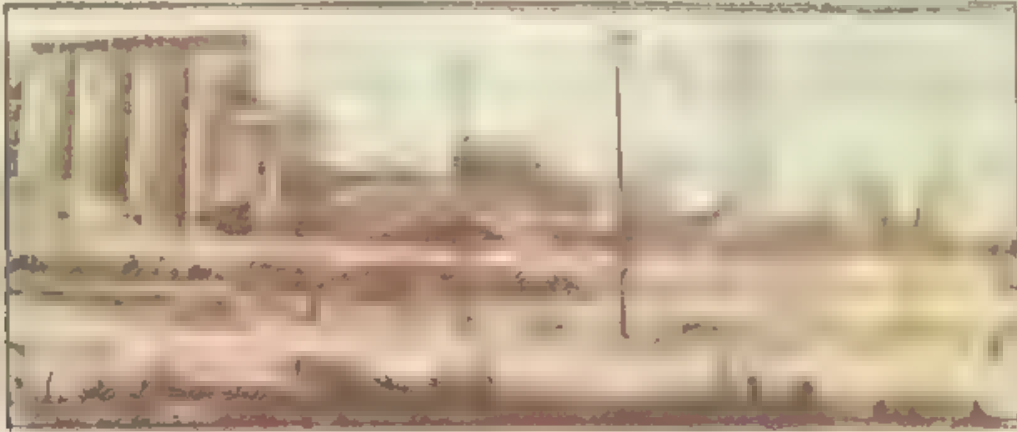
(ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری)

ماسٹر صاحب: ہاں بچّو ہمارے ضلعے میں ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری اور کپڑے کے بہُت سے کارخانے ہیں۔ اِن کے علاوہ ٹنڈو جام، ٹنڈو الٰہیار اور حیدر آباد میں رُوئی صاف کرنے کے کارخانے موجُود ہیں۔ حیدر آباد شہر میں چمڑے اور شیشے کا سامان، بلیڈ، بناسپتی گھی اور ٹائلز بنانے کے کارخانے بھی ہیں۔

ان کارخانوں کے علاوہ ہمارے ضلعے میں ہالا اور کھانوٹ میں لکڑی پر نقش و نگار کا کام بہت عُمدہ ہوتا ہے۔

ہمارے ضلعے میں گھریلو دستکاریاں بھی ہیں۔ خاص طور پر مقیش، آر (کڑھی) اور میناکاری کا کام ہوتا ہے۔ گھروں میں عورتیں نہایت بہترین رلیاں بناتی ہیں۔ یہ گھریلو کام ضلعے کے ہر گھر میں ہوتا ہے۔

ہالا اور نصر پور میں کاشی کا کام ہوتا ہے۔ ان میں نصر پُور کے کھیس مشہور ہیں۔ ہالا کا لکڑی کا کام اور اجرک بہت پسند کیا جاتا ہے۔ سعید پور اور مٹیاری میں بھی اجرکیں بنتی ہیں۔

ان سب چھوٹے بڑے کارخانے اور دُکانوں میں ہزاروں آدمی دن رات کام کرکے اپنی روزی کماتے ہیں اور ایک دُوسرے کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ اِس طرح ضلعے کی دولت بڑھتی ہے۔

چوتھا باب

ہماری فصلیں

اناج

ہمارے ضلعے کی اہم ترین پیداوار گندم، جوار، مکئی، باجرا اور چاول ہیں۔ یہ اناج دو فصلوں میں پیدا کیے جاتے ہیں۔ ایک وہ اناج جو خریف کی فصل میں ہوتے ہیں اور دوسرے وہ اناج جو ربیع کی فصل میں ہوتے ہیں۔ خریف کی فصل موسمِ گرما کی فصل ہے۔ یہ اپریل سے جون تک بوئی جاتی ہے اور ستمبر، اکتوبر میں تیار ہو جاتی ہے۔ ربیع کی فصل سردیوں میں بوئی جاتی ہے اور مارچ میں تیار ہو جاتی ہے۔ ربیع کی فصل میں گندم اور جَو ہوتے ہیں۔ اور خریف کی فصل میں جوَار، باجرا، مکئی اور چاول ہوتے ہیں۔

نقد فصلیں

ایک دن شام کو اکرم اپنے والد کے ساتھ کھیت میں گیا۔ وہاں ایک ٹرک کھڑا تھا۔ کچھ لوگ سرسوں اور توریہ بوریوں میں بھر رہے تھے۔ مزدور وہ بوریاں اٹھا اٹھا کر ٹرک میں ڈال رہے تھے۔ اکرم نے اپنے والد سے پوچھا: "ابّا جان! سرسوں کی یہ بوریاں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

والد صاحب: بیٹے! یہ سرسوں منڈی میں بیچنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ کیوں کہ سرسوں کی فصل سے اچھی خاصی آمدنی ہو جاتی ہے۔ ہمارے حیدر آباد ضلعے میں سرسوں کے علاوہ اور بھی آمدنی والی فصلیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے کچھ ربیع میں ہوتی ہیں اور کچھ خریف میں۔ ربیع کی فصلوں میں جانبھا، سرسوں اور

توریہ اور خریف کی فصلوں میں کپاس اور گنّا ہیں۔ ان فصلوں کو نقد فصلیں بھی کہتے ہیں۔

سبزیاں

ماسٹر صاحب نے سبزیوں کے دو چارٹ دیوار پر لٹکائے۔ ایک چارٹ کے نیچے لکھا ہوا تھا "موسمِ سرما کی سبزیاں" اور دوسرے چارٹ پر لکھا ہوا تھا "موسمِ گرما کی سبزیاں"۔ بچّوں نے چارٹ دیکھتے ہی سب تصویریں پہچان لیں۔ ماسٹر صاحب ان سے ایک ایک سبزی کا نام پوچھتے گئے اور وہ باری باری ان کے نام بتاتے رہے۔

اس چارٹ میں بینگن، شلغم، کدّو، پیاز، گوبھی، گاجر، مولی، ٹماٹر، مٹر، بھنڈی، کریلا، آلو، مرچ وغیرہ کی تصویریں ہیں۔ یہ سب ہمارے ضلعے میں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ سبزیاں ہم کھاتے ہیں اور ان سے اچھی خاصی آمدنی بھی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ان کی کاشت کے لیے کم زمین اور کم پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

پھل

آج بچّے فروٹ فارم جانے کے لیے تیار ہو کر آئے تھے۔ ماسٹر صاحب کے ساتھ وہ فارم پر پہنچے تو دیکھا کہ ہر طرف ہریالی ہے۔ رنگ برنگے پھول اور بڑے بڑے درخت دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔

کریم نے ایک درخت میں پھل دیکھے تو اُس نے ماسٹر صاحب سے پوچھا "جناب! یہ کون سا پھل ہے؟"

ماسٹر صاحب: بچّو! یہ نیبو ہے۔ کچّا نیبو ہرا اور پکّا نیبو پیلے رنگ کا ہوتا ہے۔
ادھر دیکھو، یہ آم کے درخت ہیں۔ ان میں کیریاں لگ رہی ہیں۔ جب یہ پک جائیں گی تو آم بن جائیں گی۔ آموں کا رنگ پیلا ہوتا ہے۔ یہ بہت میٹھے ہوتے ہیں۔
دیکھیے وہ امرود کے درخت ہیں۔ یہ جاڑوں میں پھل دیتے ہیں۔
اب اِس طرف آئیں۔ یہ پودے فالسے کے ہیں۔ ان میں پکّے ہوئے فالسے

لگ رہے ہیں۔ یہ شہتوت کا درخت ہے۔ پکّے ہوئے شہتوت بہت میٹھے ہوتے ہیں۔ یہ صوفی بیر ہیں۔ یہ بڑے اور میٹھے ہوتے ہیں۔

اختر نے ماسٹر صاحب سے پوچھا: "جناب! کھجور کے درخت کون سے ہیں؟"

ماسٹر صاحب: بچّو! ہمارے ضلعے میں صرف آم، کیلا، نیبو، امرود، فالسہ، پپیتا، جامن، انار اور بیر ہوتے ہیں اور دوسرے پھل مثلاً کھجور، سیب، نارنگی، موسمی وغیرہ ہم باہر سے منگواتے ہیں۔

ضلعے کی آمدنی

ہمارے ضلعے میں بہت سی چیزیں ہماری ضرورت سے زائد ہوتی ہیں۔ اس لیے ہم ان چیزوں کو دوسرے ضلعوں میں بھیجتے ہیں اور وہاں سے اپنی ضرورت کی چیزیں منگواتے ہیں۔

ہمارے ضلعے سے دوسرے ضلعوں کو بھیجی جانے والی چیزیں یہ ہیں: گندم، کپاس، چمڑے اور شیشے کا سامان، تیل کے بیج، کھالیں، چنے، مٹر، جَو، سیمنٹ، کپڑا اور چوڑیاں وغیرہ۔

دوسرے ضلعوں سے ہمارے ضلعے میں آنے والی چیزیں یہ ہیں، ریشمی اور گرم کپڑا، لوہا، لکڑی اور لکڑی کا سامان، کھیل کا سامان، تانبے اور پیتل کی چیزیں، مٹی کا تیل، دوائیں، مشینیں وغیرہ۔

اس طرح ضلعے کی چیزوں کی لین دین یعنی درآمد و برآمد کو ضلعے کا بیوپار کہا جاتا ہے۔ اس طرح درآمد و برآمد سے ہمارے ضلعے کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے اور لوگوں کی ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔

پانچواں باب

لوگ

مردم شماری

حامد نے دیکھا کہ ایک آدمی اسکول کی دیوار پر کچھ ہندسے لکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے ماسٹر صاحب سے پوچھا: "جناب! وہ آدمی اسکول کی دیوار پر کچھ ہندسے کیوں لکھ رہا ہے؟"

ماسٹر صاحب: بچّو! حکومت دس دس سال کے بعد لوگوں کی گنتی کرتی ہے گنتی کے لیے آدمی مقرر کیے جاتے ہیں۔ وہ پہلے گھروں پر نمبر لگاتے ہیں۔ نمبر لگانے کے بعد ہر گھر کے بچّے، بوڑھے تمام لوگوں کی تعداد لکھی جاتی ہے۔ اسے مردم شماری کہتے ہیں۔ اس طرح پورے ملک میں گھر گھر گنتی کر کے پورے ملک کی مردم شماری کی جاتی ہے۔

مردم شماری سے حکومت کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ دس سال پہلے ملک میں کتنے لوگ تھے اور اب کتنے لوگ ہیں۔ حکومت پھر ان لوگوں کے لیے تعلیم، رہائش، کھانے پینے اور صحت وغیرہ کا بندوبست کرتی ہے۔

۱۹۸۱ء کی مردم شماری کے مطابق ضلع حیدرآباد کی مردم شماری ۲۰،۸۰،۰۰۰ ہے۔

جس میں سے ۱۰،۷۴،۰۰۰ مرد ہیں اور ۱۰،۰۶،۰۰۰ خواتین۔ ان میں سے ۱۱،۲۵،۰۰۰ لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور ۹،۵۵،۰۰۰ لوگ شہروں میں رہتے ہیں۔

شہر کے مشاغل

بچل گاؤں سے اپنے والد کے ساتھ شہر میں اپنے چچا کے گھر گیا۔ وہاں وہ اپنے چچازاد بھائی انور سے مل کر بہت خوش ہوا۔

انور، بچل کو اپنے ساتھ شہر گھمانے لے گیا۔ انور کی ماں نے بچل کے لیے خاص طور پر ہدایت دیتے ہوئے کہا: "بیٹے انور! بچل شہر کی مصروف زندگی اور ہنگاموں سے ناواقف ہے اس لیے اس کا پُورا پُورا خیال رکھنا۔"

شہر کی سڑکوں پر بے شمار آدمی، موٹریں اور گاڑیاں دیکھ کر بچل حیران ہوگیا۔ سڑک پار کرنا بھی اس کے لیے آسان نہ تھا۔
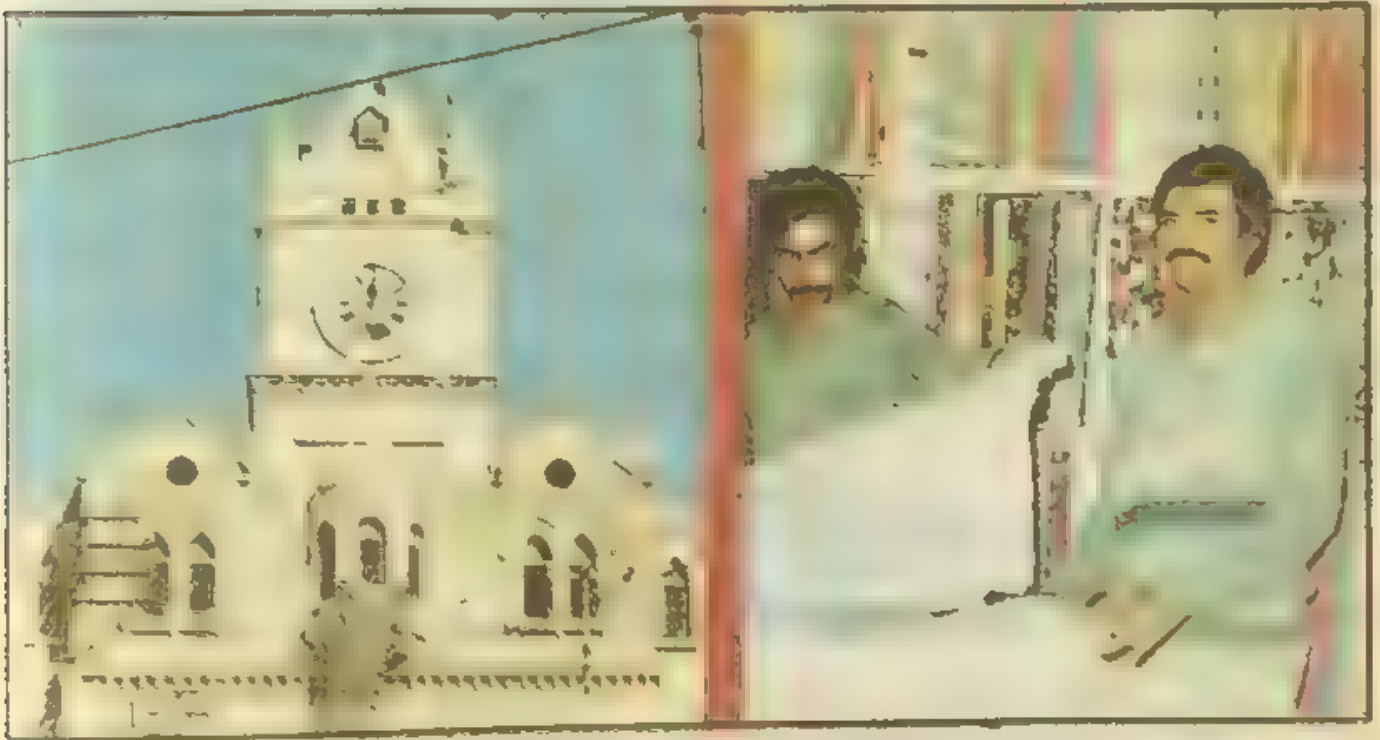
اُس نے دیکھا کہ ہر آدمی اپنے کام سے تیز تیز جا رہا تھا۔ پہلے وہ ایک کپڑے کی دکان پر پہنچے۔ یہ ان کے ایک دوسرے چچا کی دکان تھی۔ کپڑے کی تجارت ان کا پیشہ تھا۔ ان سے ملے پھر ایک دوسری جگہ گئے۔ یہ مختارِ کار کا دفتر تھا۔ وہاں

انور کے والد کرسی پر بیٹھے ہوئے کام کر رہے تھے۔ وہ سرکاری ملازم تھے۔ سرکاری ملازمت یا نوکری ان کا پیشہ تھا۔

(مختار کار آفس حیدر آباد)

بچل نے گھر آکر شہر کی ساری باتیں اپنے والد صاحب کو بتائیں۔ انھوں نے کہا "بیٹے! تجارت بھی مختلف قسم کی ہوتی ہے۔ کوئی کپڑا بیچتا ہے، کوئی اناج، کوئی مٹھائی، کوئی سبزی اور کوئی پھل۔ اسی طرح سرکاری ملازمت میں لوگ کلرک، آفیسر، ڈاکٹر، اُستاد یا ڈاکیے وغیرہ جیسے پیشے اختیار کرتے ہیں۔ شہروں میں مزدوری کے پیشے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ کارخانوں میں کام کرتے ہیں، کچھ دکانوں پر کام کرتے ہیں۔ کوئی تانگہ چلاتا ہے تو کوئی رِکشا۔

بچل نے کہا: "ابا جان! گاؤں کے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور مویشی پالتے ہیں اور شہروں میں تجارت ہوتی ہے، سامان بنتا ہے اور دفتر ہوتے ہیں؟"

اُس کے والد نے اُسے سمجھاتے ہوئے کہا: "بیٹے! گاؤں اور شہروں کے یہی بڑے بڑے پیشے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے پیشے ہیں۔ اس طرح لوگ ایک دوسرے کی ضروریات پوری کرتے ہیں۔ گاؤں کے پیشوں سے شہروں کو اور شہروں کے پیشوں سے

گاؤں کو فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک دوسرے کی مدد کر کے لوگ آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔"

دیہات کے مشاغل

حامد کے نانا گاؤں میں رہتے تھے۔ ایک دن وہ اپنے والد کے ساتھ وہاں گیا۔ اُس نے دیکھا کہ وہاں نہ تو کوئی بڑا بازار ہے، نہ زیادہ موٹر کاریں اور نہ لوگوں کا ہجوم۔ گھروں کے آگے کہیں بھینسیں، کہیں بیل، کہیں بکریاں اور کہیں گائیں بندھی ہوئی تھیں۔ صبح کو جب مویشیوں کو کھولا گیا اور کسان اپنے ہل اور بیل لے کر کھیتوں پر چلے گئے تو حامد نے اپنے والد سے پوچھا: "ابّا جان! یہ لوگ بیل لے کر کہاں چلے گئے؟"

والد صاحب نے کہا: بیٹے! گاؤں کے لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں اور مویشی بھی پالتے ہیں۔ یہی ان کے پیشے ہیں۔ وہ دیکھو، تمھارے ماموں ہل چلا رہے ہیں اور دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے کھیتوں میں کام کر رہے ہیں۔ کسان بہت محنت کرتے ہیں۔ وہ ہل چلاتے ہیں، بیج بوتے ہیں۔ کھیتوں کو پانی دیتے ہیں اور اپنی فصلوں کو نقصان پہنچانے والے جانوروں اور پرندوں سے بھی بچاتے ہیں۔ اتنی سخت محنت کے بعد کسانوں کو اپنی محنت کا پھل ملتا ہے۔ لیکن اب انھیں اتنی جسمانی محنت کرنی نہیں پڑے گی۔ کیوں کہ اب تو ہل چلانے، ڈھیلے توڑنے اور کٹائی کرنے کی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں۔ جب اِن مشینوں سے کھیتوں میں عام طور پر کام لیا جانے لگے گا تو نہ صرف کام جلدی ہو گا بلکہ پیداوار بھی بڑھ جائے گی۔

حامد کو بکریوں، گایوں اور بھینسوں کے ریوڑ دکھا کر اس کے والد صاحب نے یہ بتایا کہ گاؤں کے لوگ مویشی بھی پالتے ہیں۔ مویشی پالنا بھی ان کا پیشہ ہے۔ کسی کے پاس بکریاں، کسی کے پاس گائیں اور کسی کے پاس بھینسیں ہیں۔ مویشی پالنے سے انھیں بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مویشیوں سے ان کو دودھ اور مکّھن ملتا ہے۔ بکریوں کے بال، بھیڑوں کی اُون اور مویشیوں کی کھالیں بیچ کر وہ دولت کماتے ہیں۔ گوبر سے وہ کھاد بناتے ہیں جو ان کے کھیتوں میں کام آتی ہے۔

گاؤں میں کچھ ہنرمند لوہار، کمھار اور بڑھئی بھی رہتے ہیں۔ ان کی بنائی ہوئی چیزیں کسانوں کے کام آتی ہیں۔

ضلع کی دیکھ بھال

یہ ضلع حیدرآباد کا نقشہ ہے اس میں سات حصّے ہیں۔ یہ ضلعے کے سب ڈویژن کہلاتے ہیں۔

سبز رنگ والا حصّہ حیدرآباد تعلقہ سب ڈویژن ہے اور پیلا حصّہ حیدرآباد صدر سب ڈویژن۔ اور سفید رنگ والا حصہ لطیف آباد سب ڈویژن ہے۔ ٹنڈو محمد خان سب ڈویژن کے علاقے کا رنگ لال، ٹنڈو الہیار سب ڈویژن کا رنگ ناسی ، ہالا سب ڈویژن کے علاقے کا رنگ گلابی اور مٹیاری سب ڈویژن کا رنگ ہلکا سبز ہے۔ ان تمام سب ڈویژنوں میں صرف ایک ایک ہی تعلقہ ہے اور تعلقہ کا وہی نام ہے جو سب ڈویژن کا ہے۔

تعلقہ کا نگراں مختار کار ہوتا ہے۔ سب ڈویژن کی نگرانی اسسٹنٹ کمشنر کرتا ہے اور پورے ضلعے کی نگرانی ڈپٹی کمشنر کرتا ہے۔ وہ اسسٹنٹ کمشنروں اور مختار کاروں اور ضلعے کے دوسرے افسروں کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔ وہ مختار کاروں اور اسسٹنٹ کمشنروں کی مدد سے زمینداروں سے لگان وصول کر کے سرکاری خزانے میں جمع کراتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ضلعی کونسل کے کاموں میں بھی مدد کرتا ہے۔

ضلعی کونسل

ضلعی کونسل کا کام اسپتال کھلوانا، کنویں کھدوانا، نل لگوانا، سڑکیں بنوانا، سڑکوں پر درخت لگوانا اور مسافر خانے وغیرہ بنوانا ہے۔ کونسل یہ کام بڑے شہروں میں نہیں کرتی

ضلع حیدرآباد
(سب ڈویژن اور شہر)
شمال
مشرق
جنوب
تعلقہ مٹیاری
تعلقہ ٹنڈو محمد خان
ٹنڈو الہیار
علامتیں
ضلعے کی حد
تعلقہ کی حد
سب ڈویژن کی حد
شہر

بلکہ گاؤں میں ہی کرتی ہے۔

(دفتر ضلع پریشد حیدرآباد)
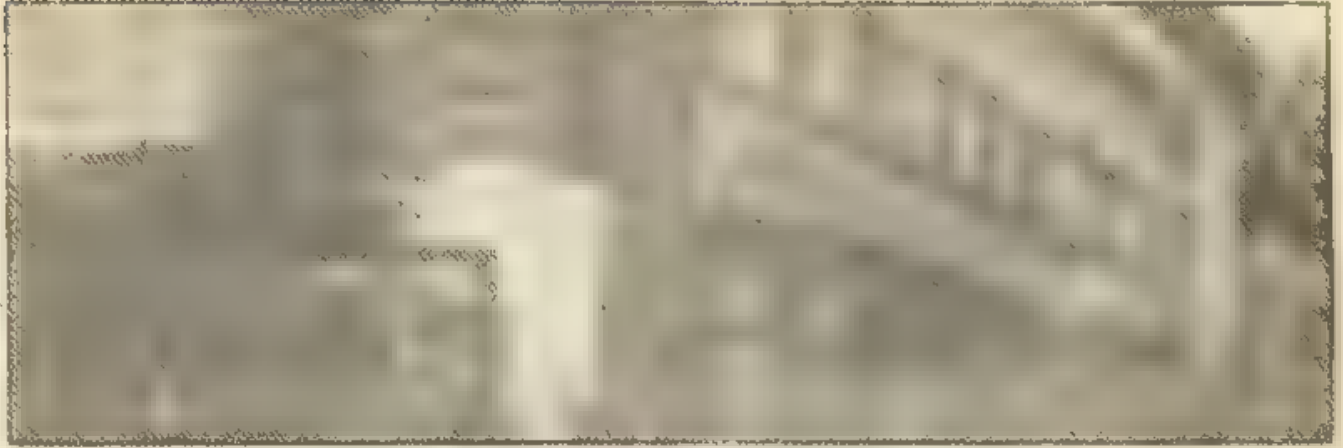
جس شہر کی مردم شماری پچیس ہزار سے پانچ لاکھ تک ہوتی ہے، وہاں میونسپل کمیٹی اور جس شہر کی مردم شماری پانچ ہزار سے زیادہ اور پچیس ہزار سے کم ہوتی ہے، وہاں ٹاؤن کمیٹی کام کرتی ہے۔ ان کمیٹیوں کا انتظام چلانے کے لیے چیئرمین ہوتے ہیں۔ اس طرح تمام بڑے شہروں کے لئے میونسپل کارپوریشن ہوتی ہے اور اس کا انتظام میئر چلاتا ہے۔ حیدرآباد شہر میں بھی میونسپل کارپوریشن ہے۔

عدالتیں

ولی محمد ایک دن اپنے والد صاحب کے ساتھ شہر گیا۔ ایک عمارت کے سامنے بہت سے آدمی دیکھ کر اُس نے اپنے والد سے پوچھا: "آبا جان! یہاں اتنے آدمی کیوں جمع ہیں۔"

(سیشن کورٹ حیدرآباد)

والد : بیٹے ! یہ عدالت ہے ۔ اسے کورٹ بھی کہتے ہیں ۔ یہاں عدل و انصاف ہوتا ہے ۔ ان آدمیوں میں کچھ لوگ تو اپنی اپنی شکایتیں لے کر آئے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کے خلاف شکایات ہیں اور کچھ لوگ گواہ ہیں ۔

وہ دیکھو کالے کوٹوں والے لوگ برآمدے میں آجا رہے ہیں ۔ انھیں وکیل کہتے ہیں ۔ وہ شکایت کرنے والے یا جس کے خلاف شکایت ہو اس کی طرف سے عدالت میں وکالت کرتے ہیں ۔

وہ اُن سے اِس کام کی فیس لیتے ہیں ۔ جب کوئی آدمی جرم کرتا ہے تو اُس پر عدالت میں مقدمہ چلایا جاتا ہے ۔ عدالت میں جج ہوتا ہے ۔ وہ سرکاری وکیل کی مدد سے شکایت کرنے والے اور گواہ اور جس کے خلاف شکایت ہو اس کی باتیں سُن کر اپنا فیصلہ دیتا ہے اور انصاف کرتا ہے ۔ وہ مجرم کو سزا دیتا ہے اور بے گناہ کو آزاد کر دیتا ہے ۔

ہمارے ضلعے حیدر آباد میں انصاف کے لیے ایک بڑی عدالت حیدر آباد شہر میں ہے ۔ اس کو سیشن کورٹ کہتے ہیں ۔ اس میں سیشن جج فیصلے کرتا ہے ۔ ضلعے کی ہر تحصیل کے بڑے شہر میں سول عدالتیں ہوتی ہیں ۔ ایسی عدالتوں میں سول جج یا سب جج فیصلے کرتے ہیں ۔

پولیس

ایک دن صبح سویرے قاسم اپنے والد صاحب کے ساتھ گھر کے دروازے پر کھڑا تھا ۔ اس نے دیکھا کہ پولیس والے ایک آدمی کو ہتھکڑیاں ڈال کر لے جا رہے ہیں ۔

قاسم نے اپنے والد صاحب سے پوچھا :

" اباجان ! وہ پولیس والے اس آدمی کو ہتھکڑیاں ڈال کر کہاں لے جا رہے ہیں "

والد نے کہا: بیٹے! جب کوئی شخص چوری کرتا ہے یا کوئی جُرم کرتا ہے تو پولیس والے اسے پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ پولیس کا کام مجرموں کو پکڑنا ہے۔ ضلعے کے پولیس افسر کو سپر نٹنڈنٹ پولیس کہتے ہیں۔

حیدر آباد ضلعے کا سپر نٹنڈنٹ پولیس حیدر آباد شہر میں رہتا ہے۔ وہ پورے ضلعے میں پولیس کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔ وہ پولیس کے سپاہیوں کی بھرتی بھی کرتا ہے۔

تمام ضلعے میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے ہر ایک سب ڈویژن میں ایک ڈپٹی سُپر نٹنڈنٹ پولیس بھی ہوتا ہے۔

ہر ایک سب ڈویژن میں بہت سے پولیس تھانے بھی ہوتے ہیں۔ جہاں پر صوبیدار یا تھانے دار مقرر کیے جاتے ہیں۔

ہمارے ضلعے کا ہیڈ کوارٹر حیدر آباد شہر میں ہے۔ یہاں پر نئی بھرتی والے سپاہیوں کو تربیت بھی دی جاتی ہے۔

ضلعے میں جتنے بھی پرائمری، مڈل اور ہائی اسکول ہیں ان کی نگرانی ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر کرتا ہے۔ اس کا دفتر حیدر آباد شہر میں ہے۔ وہ پورے ضلعے کے لڑکوں کے پرائمری، مڈل اور ہائی اسکولوں کی تعلیم کا انتظام چلاتا ہے۔ اس کی مدد کے لیے ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر بھی ہوتے ہیں۔

تعلیمی انتظام کی سہولت کے لیے ضلعے کو کئی سب ڈویژنوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ہر ایک سب ڈویژن پر ایک سب ڈویژنل ایجوکیشن آفیسر مقرر ہے۔ اس کی مدد کے لیے ایجوکیشن سپروائزر ہیں جن کے تعاون اور مدد سے وہ سب ڈویژن کے اسکولوں کی دیکھ بھال کرتا ہے اور پرائمری اساتذہ کے تبادلے وغیرہ بھی کرتا ہے۔

اسی طریقے پر لڑکیوں کی تعلیمی نگرانی کے لیے خواتین کا تقرر کیا جاتا ہے۔ وہ پورے ضلعے کے لڑکیوں کے اسکولوں کے کام کا معائنہ کرتی ہیں۔

انتظامی محکموں کا آپس میں تعلق

ڈپٹی کمشنر نے کل سرکاری بنگلے پر ایک کھلی کچہری کی۔ وہاں ضلعے کے دوسرے محکموں کے افسر بھی تھے۔ رشید بھی اپنے والد صاحب کے ساتھ وہاں گیا۔ اس نے وہاں پر بہت سارے آدمی دیکھے۔ وہ اپنی اپنی تکالیف سنانے کے لیے وہاں جمع ہوئے تھے۔ رشید نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: "ابا جان! یہ ڈپٹی کمشنر کے ساتھ کرسیوں پر اور کون کون لوگ بیٹھے ہیں؟"

والد نے کہا: بیٹے! ڈپٹی کمشنر کے ساتھ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دوسرے محکموں کے افسر ہیں۔

تمھیں تو معلوم ہے کہ چور یا مجرم کو پولیس والے پکڑ کر لے جاتے ہیں۔ پھر اس پر عدالت میں مقدمہ چلتا ہے۔

اسکول کی یا کوئی اور سرکاری عمارت بنتی ہے تو وہ کام انجینئرنگ محکمے والے کرتے ہیں۔ ان عمارتوں کے لیے زمین کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کی منظوری بھی ڈپٹی کمشنر دیتا ہے۔

ڈپٹی کمشنر ضلعے کے تمام انتظامی محکموں کے کام کی نگرانی کرتا ہے۔ علاج کے لیے اسپتالوں میں ڈاکٹر، تعلیم کے لیے اسکولوں میں اُستاد، امن و امان کے لیے پولیس، سڑکیں اور عمارتیں بنوانے اور کھیتوں کو پانی دینے کے لیے اور نہروں کی نگرانی کے لیے انجنیئر مقرر ہوتے ہیں۔ یہ سب مل کر ضلعے کی خدمت کرتے ہیں۔ ضلعے کے یہ تمام محکمے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

ساتواں باب

عوام کی بھلائی کے کام

عام بھلائی کے کام

جن قصبوں اور شہروں میں پانی کی تکلیف ہوتی ہے وہاں کچھ اچھے لوگ عام بھلائی کے لیے کنویں کھدواتے ہیں، نل لگواتے ہیں اور پانی کی سبیلیں بنواتے ہیں۔

عوام کی بھلائی کے بہت سے کام ہیں مثلاً بچّوں کو تعلیم دلانا، گونگوں، بہروں کے لیے اسکول کھلوانا، نابیناؤں کو راستہ دِکھانا، بھوکوں اور غریبوں کو کھلانا، بیماروں کے لیے اسپتال کھلوانا وغیرہ یہ سب انسانی ہمدردی اور نیکی کے کام ہیں۔ عوام کی بھلائی کے کام نہ صرف چند لوگ خود کرتے ہیں، بلکہ حکومت اور دوسری جماعتیں اور ادارے بھی یہ کام کرتے ہیں۔ اسکول، اسپتال، یتیم خانے، بچّوں کی بھلائی کے مرکز اور بینک وغیرہ بھی عام لوگوں کی بھلائی کے لیے ہوتے ہیں۔

اسکول اور کالج

تعلیم سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ لوگ تعلیم ہی کے ذریعے زندگی کو اچھے طریقے سے گذار سکتے ہیں اور صحیح طریقے سے قوم و ملک کی خدمت کر سکتے ہیں زیادہ سے زیادہ تعلیم دینے کے لیے

حکومت بہت سے اسکول اور کالج کھولتی ہے جہاں سے طالب علم پڑھ کر ڈاکٹر، انجینئر، جج، اُستاد اور وکیل بن کر عام لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔

ہمارے ضلعے میں بھی لڑکے اور لڑکیوں کے لیے بہت سے پرائمری اسکول، مڈل اسکول، ہائی اسکول اور کالج ہیں۔

اسکول کا وقفہ تھا۔ بچّے اسکول کے میدان میں دوڑ رہے تھے۔ اچانک سلیمان ایک پتھّر پر گرا اور اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ دوسرے بچّوں نے دوڑ کر ماسٹر صاحب کو بتایا۔ انھوں نے سلیمان کے زخم کا خون بند کرنے کی بہت کوشش کی، لیکن خون بند نہ ہوا۔ انھوں نے احمد کو ساتھ لیا اور تانگے میں سلیمان کو بٹھا کر اسپتال لے گئے۔ وہاں ڈاکٹر نے اس کے زخم کا خون بند کیا اور مرہم پٹّی کر دی۔

اسپتال میں بہت سے مرد اور عورتیں دوا لے رہے تھے۔ احمد نے ماسٹر صاحب سے پوچھا: "جناب! اگر اسپتال نہ ہوتے تو لوگوں کو علاج کے لیے کتنی تکلیف ہوتی؟"

ماسٹر صاحب: ہاں بیٹے! اگر اسپتال نہ ہوتے تو لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی۔ حکومت نے عام لوگوں کی بھلائی کے لیے سارے ضلعے میں بہت سے اسپتال کھول رکھے ہیں۔ جہاں بیماروں کا علاج ہوتا ہے۔

ہمارے ضلعے میں عام اسپتالوں کے علاوہ عورتوں کے اسپتال بھی ہیں۔ وہاں پر ڈاکٹرنیاں اور نرسیں علاج کرتی ہیں۔

حیدر آباد شہر میں ایک سول اسپتال ہے۔ وہاں سول سرجن ہوتا ہے۔ اُس کی مدد کے لیے اور بھی کئی ڈاکٹر اور ڈاکٹرنیاں ہوتی ہیں۔

جانوروں کے اسپتال

بچّو! جس طرح انسان کے علاج کے لیے اسپتال ہوتے ہیں۔ اسی طرح جانوروں کے علاج کے لیے بھی اسپتال ہوتے ہیں۔ اگر یہ اسپتال نہ ہوتے تو بہت سے قیمتی جانور مر جاتے اور لوگوں کو کافی نقصان ہوتا۔ ہمارے ضلعے حیدر آباد میں جانوروں کا ایک بڑا اسپتال ہے، جہاں بیمار جانوروں کا علاج ہوتا ہے۔

اس اسپتال کے ڈاکٹر دیہات میں جا جا کر لوگوں کے جانوروں کو بیماری سے بچانے کے لیے ٹیکے بھی لگاتے ہیں۔

بڑے شہروں میں گوشت کے لیے جو جانور ذبح کیے جاتے ہیں، ان کا ڈاکٹری معائنہ بھی یہی ڈاکٹر کرتے ہیں تاکہ کوئی بیمار جانور ذبح نہ ہونے پائے اور لوگ ان کا گوشت کھا کر بیمار نہ ہو جائیں۔

بینک

لوگ اپنی بچت کے لیے پیسے بینک میں رکھتے ہیں اور ضرورت کے وقت نکال کر کام میں لاتے ہیں۔ بینک لوگوں کو تھوڑے منافع پر قرض بھی دیتے ہیں۔ یہ قرض آسان قسطوں میں واپس کیا جاتا ہے۔

دولت مند لوگ پہلے اپنی دولت جمع کر کے غیر سرکاری بینک کھولتے تھے۔ غریب اور کم آمدنی والے لوگ بھی آپس میں مل کر تھوڑے تھوڑے پیسے ملا کر کوآپریٹو یا امداد باہمی بینک

کھولتے تھے۔ یہ حکومت کی نگرانی میں ہوتے تھے۔

حیدرآباد ضلع میں یہ بینک ہیں: اسٹیٹ بینک، نیشنل بینک، حبیب بینک، یونائیٹڈ بینک، مسلم کمرشل بینک، الائیڈ بینک، زرعی ترقیاتی بینک اور کوآپریٹو بینک۔

ضلع حیدرآباد
پکے، اور کچے راستے، ریلوے لائن،
دریا، نہریں وغیرہ
شمال
مشرق
مغرب
جنوب
ضلع نواب شاہ
ضلع تھرپارکر
ضلع میرپور خاص
سعید آباد
ٹنڈو آدم
شیدی
ٹنڈو محمد خان
بدین
علامتیں

واں باب

آمد و رفت اور اطلاعات کے ذرائع

پکّے راستے

حیدر آباد سے بس میں سوار ہو کر آپ پکّے راستے سے ٹنڈو محمد خان جا سکتے ہیں۔ حیدر آباد سے یہ پکّا راستہ زیل پاک سیمنٹ فیکٹری، ہوسڑی، کھتھڑ اور ٹنڈو محمد خان سے گزرتا ہوا بلڑی شریف تک جاتا ہے۔ ٹنڈو محمد خان سے ایک پکّی سڑک بھی جاتی ہے۔

آپ بس کے ذریعے حیدر آباد سے میرپور خاص بھی جا سکتے ہیں۔ راستے میں ٹنڈو جام اور ٹنڈو الہیار کے مشہور بس اسٹاپ ہیں۔

حیدر آباد بس اسٹینڈ سے سعید آباد اور سکرنڈ بھی بسیں جاتی ہیں۔ حیدر آباد اور سعید آباد والی پکّی سڑک قومی شاہراہ کا حصّہ ہے۔ اس ہائی وے پر مٹیاری کھیبر سے ہوتے ہوئے بس مشہور شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ کے بس اسٹاپ پر کھڑی ہوتی ہے، جہاں سے مزار تک پکّا راستہ ہے۔ اس کے بعد ہالا کا بس اسٹاپ ہے۔ سعید آباد بس اسٹاپ سے آگے ضلع حیدر آباد کی حدیں ختم ہو جاتی ہیں۔

حیدر آباد شہر سے دادو، کوٹڑی، ٹھٹّہ اور کراچی کے لیے بھی پکّی سڑکیں جاتی ہیں۔

پکّی سڑکیں عام آدمی کے فائدے کے لیے ہیں، ان پر بسیں اور ٹرک بہ آسانی چلتے ہیں۔ اس طرح آنے جانے اور کاروبار میں آسانی ہوتی ہے۔

ان پکّے راستوں کے علاوہ ضلعے میں کئی کچّے راستے بھی ہیں، جو کولتار، روڑی اور بجری سے تیار نہیں کیے جاتے بلکہ یہ مٹّی کے ہوتے ہیں۔

کچّے راستے بھی سفر اور بیوپار کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

ریلوے لائن

ایک دن بچّے ماسٹر صاحب کے ساتھ ریلوے اسٹیشن دیکھنے گئے۔ بچّوں نے دیکھا کچھ لوگ قطار میں کھڑے ہوکر ٹکٹ گھر سے ٹکٹ خرید رہے ہیں اور الگ الگ پلیٹ فارموں پر گاڑیاں جانے کو تیار کھڑی ہیں۔

(ریلوے اسٹیشن حیدرآباد)

اختر: جناب! یہ گاڑیاں کہاں سے آئی ہیں اور کس طرف جائیں گی؟

ماسٹر صاحب نے کہا۔ بچّو! یہ گاڑی جو شمال کی طرف نواب شاہ سے آئی ہے۔ وہ کوٹڑی سے ہوکر کراچی جائے گی یہ ریل کا راستہ ہمارے ضلعے میں وہاب شاہ سے داخل ہوتا ہے۔ اس راستے پر حیدرآباد تک اڈیرو لعل، بلیجانی، الہڈنو ساند، کھٹیان روڈ اور ڈیتھا کے اسٹیشن ہیں۔

یہ دوسری گاڑی جو مغرب سے آئی ہے وہ کوٹڑی سے یہاں پہنچی ہے اور نواب شاہ کی طرف جائے گی۔ کوٹڑی اور حیدرآباد کے بیچ میں گدو کا اسٹیشن ہے۔

پلیٹ فارم نمبر تین پر جو گاڑی کھڑی ہے وہ بدین جائے گی۔ راستے میں ہمارے ضلعے کے ریل پاک، ہوسڑی، کھتھڑ، نورائی شریف اور ٹنڈو محمد خان کے اسٹیشن ہیں۔

پُل کی دُوسری طرف پلیٹ فارم نمبر ۴ پر میرپور خاص جانے کے لیے گاڑی تیار کھڑی ہے۔ اس راستے پر راہوکی، ٹنڈو جام، نصرپور، ٹنڈو الہیار، کامارو شریف اور سلطان آباد کے اسٹیشن ہیں۔

ہمارے ضلعے میں ریل کا ایک اور راستہ ٹنڈو آدم جنکشن سے شروع ہوتا ہے اور بھٹ شاہ، ہالا، سعید آباد سے ہوتا ہوا آگے جاتا ہے۔

دریائی راستے

نقشے میں دریائے سندھ کی گہری لکیر پر کشتی کی شکل دریائی گھاٹ کا نشان ہے۔

دریا پر جہاں بھی ایسا نشان ہے وہ دریائی گھاٹ ہے۔ ہمارے ضلعے میں لاکھا، ہالا پرانا، مٹیاری اور نور کیٹی کے دریائی گھاٹ ہیں۔

اِن دریائی گھاٹوں کے ذریعے دادو ضلعے کے لوگ ہمارے ضلعے میں کشتیوں کے ذریعے بہ آسانی آجا سکتے ہیں۔ اور گھاٹوں کے ذریعے ہمارے ضلعے کا کاروبار بھی ہوتا ہے۔ اگر یہ دریائی گھاٹ نہ ہوتے تو ہمارے لیے دریا کے دُوسری طرف جانا بڑا مشکل ہو جاتا۔ کیوں کہ دریائے سندھ پر اتنے پُل نہیں ہیں اور لوگوں کو ریل کے راستے یا بس کے ذریعے دُور سے ہو کر آنا پڑتا۔

ڈاک خانہ اور تار گھر

ایک دن رمضان اور اس کے والد شہر گئے۔ شہر میں وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پر لوگوں کی کافی بھیڑ تھی۔ لوگ ایک کھڑکی سے پیسے دے کر کارڈ اور لفافے لے رہے تھے انور کے والد صاحب نے بھی پیسے دے کر کارڈ اور لفافے لیے۔ وہیں اُنھوں نے ایک کارڈ لکھا اور ڈبّے میں ڈال دیا۔

(صدر پوسٹ آفس حیدرآباد)

یہ سب کچھ دیکھ کر رمضان نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: "ابّا جان! یہ کون سی جگہ ہے؟ اور آپ نے وہ کاغذ ڈبّے میں کیوں ڈال دیا؟"

والد صاحب: بیٹے! یہ ڈاک خانہ ہے۔ یہاں لفافے اور کارڈ ملتے ہیں۔ جو لال ڈبّا ہے، اس کو خطوط کا ڈبّا بھی کہتے ہیں۔ لِکھّے ہوئے کارڈ اور لفافے اس میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر ڈاک خانے والے مقرّرہ وقت پر ان کو نکالتے ہیں اور ان پر ڈاک خانے کی مہر لگاکر لکھّے ہوئے پتے پر بھیجتے ہیں۔ بڑے شہروں میں ایسے لال ڈبّے بہت سی گلیوں اور سڑکوں پر لوگوں کی آسانی کے لیے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ ڈاک خانے کے ذریعے روپے اور دوسری کئی چیزیں بھی بھیجی اور منگوائی جاسکتی ہیں۔ روپے تو منی آرڈر کیے جاتے ہیں اور دوسری چیزیں پارسل سے بھیجی اور منگوائی جاسکتی ہیں۔

اس طرف جہاں بہت سے تار لگے ہوئے ہیں، وہ تار گھر ہے۔ اگر کسی دوسری جگہ کوئی ضروری پیغام جلدی بھیجنا ہو تو وہ تار گھر سے تار کے ذریعے بھیجا جاتا ہے۔ تار کے ذریعے لوگ روپے بھی بھیج سکتے ہیں۔

ہمارے حیدرآباد ضلعے کے بڑے بڑے شہروں میں ڈاک خانے اور تار گھر دونوں ہیں، لیکن ہمارے ضلعے کے چھوٹے چھوٹے دیہات میں صرف ڈاک خانہ ہی ہوتا ہے۔

ٹیلی فون کا دفتر

رمضان نے تار گھر دیکھا تھا۔ اُس نے اپنے والد صاحب کے ساتھ شہر میں ایک جگہ بہت سارے تار لگے ہوئے دیکھے۔ اُن کے قریب اُس نے تاروں کا کھمبا بھی دیکھا۔ اُس نے اپنے والد صاحب سے پوچھا: "ابّا جان! کیا یہ بھی کوئی تار گھر ہے؟"

والد صاحب : نہیں بیٹے ! یہ تار گھر نہیں بلکہ ٹیلی فون کا دفتر ہے۔ آؤ، اندر چل کر دیکھیں۔ دیکھو، یہ ٹیلی فون ہے۔ اس کے دونوں طرف سوراخ ہیں۔ بات کرتے وقت اس کا یہ حصّہ کان پر رکھا جاتا ہے اور اس کا دوسرا حصّہ منہ کے آگے رکھا جاتا ہے۔ ٹیلیفون کے ذریعے بہت دور دور تک بات کی جا سکتی ہے۔ ہمارے ضلعے کے ہر بڑے شہر میں ٹیلی فون کا انتظام ہے۔

نواں باب

ہمارے پیغمبر

حضرت آدم علیہ السّلام

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں سب سے پہلے جس انسان کو پیدا کیا وہ حضرت آدمؑ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے ساتھ بی بی حوّا کو بھی اس دنیا میں بھیجا۔ ان کے اولاد ہوئی اور اس اولاد کے بھی بیٹے اور بیٹیاں ہوئیں۔ اسی طرح حضرت آدمؑ کی اولاد بڑھتی رہی۔ جیسے جیسے آبادی بڑھتی گئی، ویسے ویسے لوگ زمین پر دُور دُور آباد ہونے لگے۔ دُور رہنے کی وجہ سے ان کا رہن سہن بھی ایک دوسرے سے مختلف ہو گیا۔ ان کی خوراک اور دوسرے رسم و رواج میں بھی فرق آتا گیا۔ رفتہ رفتہ ان کی زبانیں بھی الگ الگ ہو گئیں۔ آگے چل کر ان لوگوں نے اپنے لیے الگ الگ ملک بنا لیے۔ آج اس زمین پر کروڑوں انسان رہتے ہیں۔ یہ سب لوگ اصل میں حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔

حضرت آدمؑ اس دنیا میں پہلے انسان ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پہلے پیغمبر بھی تھے۔ ان کی اولاد میں ہابیل اور قابیل بہت مشہور ہیں۔ حضرت آدمؑ نے اپنی اولاد کو سیدھے راستے پر چلنے کا حکم دیا اور بُرے کاموں سے روکا۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ ہر انسان کو خدا کی عبادت کرنی چاہیے۔ اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور گناہوں کو بخشنے والا ہے۔

حضرت آدمؑ کے بعد اللہ تعالیٰ نے بہت سے پیغمبر بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو نیکی اور سچّائی کا راستہ دکھائیں۔ سب سے آخری نبی ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام

حضرت ابراہیمؑ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ بُتوں کو پُوجتی تھی۔ سُورج، چاند اور تاروں کو بھی اپنا خدا سمجھتی تھی اور اُن کے بُت بنا کر اُن کی عبادت کرتی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے نبی تھے۔ وہ اپنی قوم کی بھلائی چاہتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے لوگوں سے کہا کہ بُتوں کی پُوجا مت کرو، سُورج اور چاند کی بندگی نہ کرو۔ کیوں کہ یہ تمھارے خدا نہیں ہیں۔ خدا تو وہ ہے جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ وہ جس کو بچانا چاہے اُسے کوئی نہیں مار سکتا۔ اس لیے کہ موت اور زندگی کا مالک خدا ہے۔

لوگوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اور انھوں نے اپنے بادشاہ نمرود سے فریاد کی کہ "ابراہیمؑ ہمارے خداؤں (بُتوں) کو جھُوٹا کہتے ہیں اور لوگوں کو ان کی پُوجا سے روکتے ہیں۔" نمرود یہ سنتے ہی غصّے میں آگ بگولا ہوگیا۔ اُس نے حکم دیا کہ ابراہیمؑ کو آگ میں جلادیا جائے۔ بس حکم کی دیر تھی، ایک بڑا الاؤ روشن کیا گیا۔ نمرود کے آدمیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اُٹھا کر آگ میں پھینک دیا۔ اور یہ سمجھے کہ ابراہیمؑ جل کر خاک ہو جائیں گے، لیکن خدا بڑی قدرت کا مالک ہے، اُس کی مہربانی سے آگ بُجھ گئی اور اتنی ٹھنڈی ہوئی کہ حضرت ابراہیمؑ سلامت رہے۔
اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہ اُن کی پہلی قربانی تھی۔

حضرت ابراہیمؑ کے ایک بیٹے کا نام اسمٰعیلؑ تھا۔ آپ کو اس بیٹے سے بڑی محبّت تھی۔ ایک رات حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں بشارت ہوئی کہ "اپنے پیارے بیٹے اسمٰعیلؑ کو خدا کی راہ میں قربان کردو۔"

باپ نے بیٹے کو خواب کی بات بتائی۔ فرماں بردار بیٹا اللہ کی راہ میں قربان ہونے کے لیے تیار ہوگیا۔ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے لگے تو خدا کا پیغام آیا، "اے ابراہیمؑ! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا تم بھی سچّے ہو اور تمھارا بیٹا بھی سچّوں میں سے ہے۔ اب اپنے ہاتھ روک لو، اپنے پیارے اور فرماں بردار بیٹے کے بدلے میں دُنبے کی قربانی دو۔"

ہم ہر سال خدا کی راہ میں کچھ حلال جانوروں کی قُربانی دے کر حضرت ابراہیمؑ کی اس قربانی کی یاد مناتے ہیں۔ اس دن کو "قربانی کی عید" یا "عید الاضحیٰ" کہتے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کے ساتھ مل کر مکّے میں کعبۃ اللہ یعنی اللہ کا گھر بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ "وہ سب لوگ اس گھر کی طرف منہ کر کے عبادت کریں۔ یہ رحمت اور نجات کا گھر ہے۔" اسی وجہ سے تمام مسلمان کعبے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔ لاکھوں مسلمان ہر سال خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ اس عمل کو حج بیت اللہ کہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام مصر میں پیدا ہوئے۔ ان دنوں وہاں کا بادشاہ فرعون تھا۔ نجومیوں نے اسے بتایا تھا کہ "بنی اسرائیل، قوم میں ایک بچّہ پیدا ہوگا، جو تیری بادشاہت کو ختم کر دے گا۔" اسی ڈر سے بنی اسرائیل خاندان میں جو لڑکا بھی پیدا ہوتا وہ فرعون کے حکم سے مار دیا جاتا۔ جب حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے، تو ان کی ماں پریشان ہوئیں اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ کو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دیا۔ خُدا کی قدرت کہ وہ صندوق فرعون کی بیوی کے ہاتھ آیا۔ وہ حضرت موسیٰؑ کو اپنے محل میں لے گئیں اور بڑے پیار سے ان کی پرورش کی۔

حضرت موسیٰؑ بھی نبی تھے۔ ان کو فرعون کا ظلم اور اس کی زیادتی بالکل پسند نہ آئی۔ جس کی وجہ سے فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو قتل کرانے کا ارادہ کیا۔ حضرت موسیٰؑ مصر سے نکل کر مدین جا پہنچے، کچھ عرصہ وہاں رہ کر دوبارہ مصر واپس آگئے۔

مصر میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو ہدایت کرتے ہوئے کہا "ایک رب کی عبادت کرو، اور اسی سے ڈرو، ظلم کا مقابلہ کرو، اور کسی سے نہ ڈرو۔" فرعون اور اس کے وزیر ہامان کو یہ باتیں بالکل پسند نہ تھیں۔ اور انھوں نے حضرت موسیٰؑ کی قوم پر پہلے سے بھی زیادہ ظلم ڈھانے شروع کیے۔

حضرت موسیٰؑ نے مجبور ہو کر اپنی قوم کو مصر چھوڑنے کا مشورہ دیا۔ پوری قوم ان کے ساتھ دریائے نیل کو پار کر کے صحیح سلامت دُوسرے کنارے پر پہنچ گئی۔ فرعون نے بھی اپنا زبردست

لشکر لے کر ان کا پیچھا کیا۔ تاکہ انھیں ختم کر دے لیکن وہ اپنے لشکر سمیت دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر جا کر دُعا مانگی اور اپنی قوم کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔
حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتاب نازل ہوئی اسے "توریت" کہتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام آج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے بنی اسرائیل قوم میں پیدا ہوئے۔ حضرت عیسیٰؑ بھی اللہ تعالیٰ کے سچّے نبی تھے، ان کی قوم بہت زیادہ خرابیوں میں مبتلا تھی۔ وہ اپنی قوم کو بُرائیوں سے بچانے کے لیے کہتے تھے "جو تم سے دُشمنی کرے، تم اس سے نیکی کرو۔ جو تمھیں تکلیف پہنچائے تم اس کی بھلائی کے لیے دُعا مانگو۔"

حضرت عیسیٰؑ نے قوم کی اصلاح کا کام غریبوں سے شروع کیا۔ ایک بار وہ دھوبی گھاٹ گئے اور دھوبیوں سے کہا کہ "تم دوسروں کے کپڑوں کی گندگی اور میل کچیل تو ہر روز صاف کرتے ہو، لیکن کبھی اپنے دِل کے میل کچیل کو بھی صاف کیا ہے؟" آپ کہتے تھے "خدا سے ڈرو، اُس پر ایمان لاؤ اور گُناہ کے کاموں سے ہمیشہ بچو۔ اس عمل سے تمھارا دِل شیشے کی طرح صاف ہو جائے گا۔"

اسی طرح ایک دن آپ ایک تالاب پر گئے۔ جہاں مچھیرے مچھلیاں پکڑ رہے تھے۔ آپ نے ان کو بھی ہدایت کی کہ "یہ دُنیا مچھلی کے جال کی طرح ہے، اپنے آپ کو اس میں پھنسنے سے بچاؤ، گناہوں سے دُوری اختیار کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ہاتھ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی شفا رکھی تھی۔ آپ کسی بیمار یا مرنے کے قریب شخص کو ہاتھ لگا دیتے تو وہ اچھّا بھلا ہو جاتا تھا۔ اسی لیے آپ کو "مسیح" کہا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السّلام لوگوں سے فرماتے تھے کہ "کوئی شخص اپنے بھائی کی چھوٹی چھوٹی بات پر ناراض نہ ہو۔ لوگوں کو اپنے پڑوسیوں سے محبّت کرنی چاہیے اور اپنے دشمنوں سے بھی اچھّا برتاؤ کرنا چاہیے۔"
حضرت عیسیٰ پر جو کتاب نازل ہوئی اس کا نام "انجیل" ہے۔

حضرت محمّد مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلہٖ وَسَلَّمَ

حضرت محمّد مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلہٖ وَسَلَّمَ مکّہ معظّمہ کے قریش قبیلے میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ بچپن سے آپؐ نہایت نیک، سچّے اور ایماندار تھے۔ اس لیے مکّے کے لوگ آپؐ کو "صادق اور امین" کہا کرتے تھے۔ اس زمانے میں عرب بُتوں کی پُوجا کرتے تھے اور بہُت سے گُناہوں کے کام کیا کرتے تھے۔

آپؐ کی نیکی اور ایمانداری دیکھ کر مکّے کی ایک نیک اور مالدار خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؐ سے شادی کی۔ اُس وقت آپؐ کی عمر پچیس سال تھی۔

جب آپ چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؐ کو نبوّت عطا کی گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آخری نبی بنایا۔

اس کے بعد آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کی، جس پر مکّے کے کافر آپؐ سے ناراض ہو گئے اور آپؐ کو اور دوسرے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں دینی شروع کر دیں۔ آخر کار نبوّت کے تیرہویں سال آپؐ مکّے سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ چلے گئے۔ ہجری سال اسی وقت سے شروع ہوا۔ مدینہ منوّرہ پہنچنے کے بعد آپؐ کی کافروں سے کئی جنگیں ہوئیں اور آخر کار فتح اسلام کی ہوئی۔

آنحضرت محمد مُصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلہٖ وَسَلَّم نے فرمایا کہ "ایک اللہ کی عبادت کرو، ماں باپ کی عزّت کرو۔ اپنے بڑوں کا اَدب کرو اور چھوٹوں سے شفقت سے پیش آؤ۔ محلّے والوں سے اچھّا سلوک کرو۔ جھوٹ نہ بولو۔ غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرو اور بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔"

ہمارے رسُول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلہٖ وَسَلَّم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کتاب نازل ہوئی، اس کا نام "قرآن مجید" ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔

دسواں باب

ضلعے کی اہم شخصیت

مخدوم غلام حیدر

وطنِ عزیز سندھ میں جن لوگوں نے تعلیم پھیلانے کی کوششیں کی ہیں۔ ان میں مخدوم غلام حیدر بھی شامل ہیں۔ وہ حیدرآباد ضلع کے ہالا شہر میں مخدوم نُوح کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ اِبتدائی تعلیم شہر ہالا میں حاصل کی۔ کچھ عرصے تک دیوبند کے مدرسے میں بھی تعلیم حاصل کی، جہاں سے وہ مولوی کی سَند لے کر لوٹے۔ ان کا پیشہ زمینداری تھا۔

۱۹۲۳ء میں مخدوم غلام حیدر میونسپلٹی کے صدر چُنے گئے۔ اور آخر عمر تک وہ اس عہدے پر رہے۔ ۱۹۳۶ء میں سندھ اسمبلی کے ممبر چُنے گئے۔ ہالا ہائی اسکول کی شاندار عمارت انھوں نے تعمیر کرائی تھی۔ دیہاتی بچّوں کے لیے ایک شان دار ہوسٹل اور عالی شان مسجد ان کی کوششوں سے تعمیر ہوئی۔

۱۹۴۶ء میں اپنا اسکول گورنمنٹ کے حوالہ کیا اور کالج کھولنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ۱۹۵۰ء میں انھوں نے کالج کی بُنیاد رکھی۔ اور اس کا نام 'سروری اسلامیہ کالج'، رکھا۔ اِس کالج کا تمام خرچ وہ خُود پُورا کرتے تھے۔

مرحوم مخدوم غلام حیدر بڑے دیندار مُسلمان تھے۔ ان کا زیادہ تر وقت کتابوں کے مطالعے یا عوام کی بہتری کے کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ وہ بڑی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ وہ بڑے مخلص اور نیک انسان تھے۔ وہ ہمیشہ سادہ لباس پہنتے تھے۔

مخدوم غلام حیدر نے ۹ جون ۱۹۵۳ء کو وفات پائی۔

تیار کردہ: سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ، جام شورو و منظور شدہ محکمۂ تعلیم بطور
واحد درسی کتاب برائے مدارس صوبہ سندھ
(قومی کمیٹی برائے جائزہ کتب نصاب کی تصحیح شدہ)

قومی ترانہ

پاک سَر زمین شاد باد — کِشورِ حسین شاد باد
تُو نشانِ عزمِ عالی شان — ارضِ پاکستان
مرکزِ یقین شاد باد

پاک سَر زمین کا نِظام — قُوّتِ اُخُوّتِ عوام
قوم، مُلک، سَلطنت — پائندہ تابندہ باد
شاد باد منزلِ مُراد

پرچمِ سِتارہ و ہلال — رہبرِ ترقّی و کمال
ترجمانِ ماضی شانِ حال — جانِ اِستقبال
سایۂ خُدائے ذُوالجلال

سیریل نمبر 12623

کوڈ نمبر 134

تاریخ اشاعت	ایڈیشن	تعداد	قیمت
جولائی 1992	اول	25,000	5.20